OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 4 (October-December 2021)

متعدی امراض، وبا اور قحط میں رہنما اسلامی اصول و قوانین: کووڈ-19 کے تناظر میں اختصاصی مطالعہ

Islamic Jurisprudential Precedents in Infectious Diseases, Pandemics and Famine: An Exclusive Study in the Context of Covid-19

Muhammad Hasnain

Instructor, Islamic Studies Department, Virtual University of Pakistan

Hafiz Umair Gulzar

Instructor, Islamic Studies Department, Virtual University of Pakistan

Hafiza Qurat-ul-Ain Fatima

Instructor, Islamic Studies Department, Virtual University of Pakistan

Abstract

Allah the Almighty has sent around 124000 Messengers in this world to edify and guide humanity. All these Messengers were sent for a short span of time and for particular nations. These Messengers preach the Divine message and guide the mankind according to the needs of that time. Muhammad (PBUH) is the last and final Messenger and Prophet of Allah in this world. He was sent with Last Divine book and ultimate religion towards all humanity. His teachings and guidance are source of guidance for all humanity till the Day of Judgment. Islam is not merely a religion but a complete code of life that provide Divine guidance regarding each and every aspect of human life. Islam provides the Divine solution of every problem of human beings. Islam has also provided ample guidance that how to deal the situation of famine and pandemics in all times. In this article the rulings of Islam regarding epidemics and pandemics

CC BY

will be elaborated in the light of the Quran, teachings of the Holy Prophet PBUH and the actions of Rightly Guided Caliphs.

Key words: The Quran, The Hadith, Economic Hardship, Famine, Pandemic

تمہید

اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ایک آفاقی اور ابدی دین کا ھادی اور راہبر بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ ایک ایسا دین جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو ہر معاملے میں مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ قرآن پاک کی عملی تصویر ہے اور ہر دور کے انسانوں کے لئے کامل اسوہ حسنہ ہے۔ جس پر عمل کر کے ہر طبقے کا انسان اپنی مشکلات کا حل معلوم کر سکتا ہے۔ اللہ راب العزت نے انسانی جان کا اکرام سب سے زیادہ کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی نبوی زندگی میں انسانی جان کی حرمت اور حفاظت پر سب سے زیادہ زور دیا۔ اس بات کو واضح فرمادیا کہ انسانی جان کی حفاظت اور آسودگی دینِ مبین کی سب سے بڑی تعلیم ہے۔ اس وجہ سے دینِ اسلام کے تمام احکامات میں سب سے مقدم حکم انسانی جان کی حفاظت کو قرار دیا گیا ہے یا اور تمام احکامات اسی اصول کی ترجمانی کرتے ہیں حدیثِ قدسی میں اللہ رب العزت نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔" قیامت کے دن اللہ پاک بندے سے پوچھیں گے کی میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہیں پلایا، میں بیمار تھا تم میری عیادت کے لیے نہیں آئے، بندہ عرض کرے گا میرے اللہ آپ تو ان سب چیزوں سے پاک ہیں میں یہ کیسے کرتا؟ اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے کہ میرا فلاں بندہ بھوکا، پیاسا اور بیمار تھا اگر تم اس کو کھلاتے تو مجھے لگتا کہ تم نے مجھے کھلایا ہے، تم اسے پلاتے تو مجھے لگتا کہ تم نے مجھے پلایا ہے، اگر تم اس کی عیادت کے کیے جاتے تو مجھے لگتا تم میری عیادت کے لیے آئے ہو۔[1] "اس حدیث پاک کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انسانی جان کی حرمت کا اسلام میں کیا مقام ہے اسلام صرف ایک مذہب نہیں ہے بلکہ ایک مکمل دین اور ضابطہ حیات ہے جو ہر دور کے انسانوں کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے معاشی بحران سے نمٹنے کے لیے بھی اسلام ہماری کامل رہنمائی فرماتا ہے اور وہ اصول و ضوابط فراہم کرتا ہے جن پر عمل کر کے معاشی مشکلات پر بآسانی قابو پایا جا سکتا ہے۔ ذیل میں معاشی بحران پر قابو پانے کے لیے اسلام کی تعلیمات اور اصول و ضوابط کا تذکرہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔

قصہ یوسف علیہ السلام سے رہنمائی

قحط کی وجہ سے (یا کسی اور متعدی وباء کی وجہ سے) پیدا ہونے والے معاشی بحران سے نمٹنے کے لیے سورہ یوسف میں قصہ یوسف علیہ السلام سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ایک نبی کس طرح کسی معجزے کی بجائے بہتر منصوبہ بندی، محنت، تدابیر اور ایمانداری سے سات سالہ قحط سالی کی مشکلات سے اپنے ملک کے عوام کو بچاتے ہیں بلکہ دیگر اقوام کی مشکل بھی حل فرماتے ہیں ارشاد باری تعالی ہے: **قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ**[2] سات برس تک لگاتار تم لوگ کھیتی باڑی کرتے رہو گے اس دوران میں جو فصلیں تم کاٹو اُن میں سے بس تھوڑا سا حصہ، جو تمہاری خوراک کے کام آئے، نکالو اور باقی کو اس کی بالوں ہی میں رہنے دو، ھر سات برس

بہت سخت آئیں گے اُس زمانے میں وہ سب غلہ کھالیا جائے گا جو تم اُس وقت کے لیے جمع کرو گے اگر کچھ بچے گا تو بس وہی جو تم نے محفوظ کر رکھا ہو، اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں باران رحمت سے لوگوں کی فریادرسی کی جائے گی اور وہ رس نچوڑیں گے۔ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں مذکورہ آیات کی تفسیر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی منصوبہ بندی اور حکمت عملی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> آپ علیہ السلام نے ترکیب بھی بتادی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے اسے بطور ذخیرے کے لیے جمع کر لینا اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت تاکہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو ہاں اپنے کھانے کی ضرورت کے مطابق اس سے لے لینا لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق نکالا جائے ان سات برسوں کے گزرتے ہی قحط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی نہ بارش برسے گی اور نہ پیداوار ہوگی۔۔۔۔۔ ساتھ ہی یہ بھی خوشخبری بھی سنادی کہ ان سات خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا خوب بارشیں برسیں گی، خوب غلے اور کھیتیاں ہوں گی اور تنگی دور ہو جائے گی۔[3]

جب بھی کوئی وبائی مرض پھیلے یا معاشی بحران آئے تو قصہ یوسف سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اس سے نمٹنے کے لیے مناسب منصوبہ بندی کی جائے، موجودہ جدید ذرائع اور ٹیکنالوجی کو زیرِ استعمال لایا جائے۔ تاکہ آنے والی آفات اور معاشی بحران سے بہتر طریقے سے نمٹا جاسکے۔

باہمی امداد اور تعاون کی ترغیب

انفرادی اور اجتماعی سطح پر معاشی، معاشرتی اور زندگی کے ہر پہلو میں امداد باہمی کے فروغ کے لیے قرآن نے جو اصول دیا ہے وہ یہ ہے۔ **وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ**[4] نیکی اور تقوی کے جو کام ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اس آیت مبارکہ اخلاقی، معاشرتی اور معاشی پہلوؤں کے لحاظ سے روشنی ڈالی گئی ہے "تقوی" اور "اثم" یعنی پرہیزگاری اور گناہ کا تعلق انسان انسان کی اخلاقی زندگی سے ہے جبکہ "بر" اور "عدوان" کا تعلق زندگی کے معاشی اور اجتماعی پہلو سے ہے[5] امام قرطبی نے مذکورہ آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر میں امام ماوردی کے قول کی روشنی میں تعاون و تناصر کی صورت کو اس طرح تحریر کیا ہے: **لان بی التقوی رضا اللّٰہ و فی البر رضا الناس و من جمع بین رضا اللّٰہ و رضا الناس فقد تمت سعادت و عمت تعمت**[6] تقویٰ میں اللہ کی رضا ہے اور نیکی میں عامۃ الناس کی رضا ہے جس میں ان دونوں کو جمع کیا پس اس نے اپنی سعادت اور خوش بختی کو مکمل کر دیا۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں ساری دنیا کا نظام باہمی تعلق پر قائم ہے لیکن اگر یہ تعاون ظلم اور جرائم کے میدان میں ہونے لگے تو دنیا کا نظام تباہ و برباد ہو جائے گا[7] اسی تعاون کی کیفیات اور درجات معاشرہ کے مختلف افراد کے لیے مختلف ہیں جس میں معاشی کیفیت اور اس کا درجہ بھی شامل ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر میں مزید لکھتے ہیں: **والتعاون علی البر و التقوی یکون بوجوہ فواجب علی العالم ان یعین الناس یعلمه فیعلمهم و یعینهم الغنی بماله و الشجاع بشجاعته فی سبیل اللّٰہ و ان یکون المسلمون متظاهرین کالید الواحدة**[8] عالم کے لیے لازم ہے کہ علم کے ذریعے لوگوں کی مدد کرے، غنی اپنے مال

کے ذریعے لوگوں سے تعاون کرے بہادر اپنی شجاعت کے ذریعے اللہ کے رستے میں جہاد کرے اسی طرح معاشرے کے مختلف افراد ایک دوسرے سے تعاون کریں تاکہ قوت واحدہ کا مظاہرہ ہو سکے۔

معاشی لحاظ سے قرآن مجید ہمیں مذکورہ آیت میں یہ اصول فراہم کرتا ہے کہ مالی بحران چاہے کسی بھی وجہ سے ہو اس میں غریب اور مفلوس لوگوں کی مدد کی جائے اور ان کا سہارا بنا جائے اگر حکومتِ وقت بھی معاشی بحران کی صورت میں تعاون کا کہے تو اس کی مالی مدد کی جائے جس طرح غزوہ تبوک کے موقع پر مالی امداد کی گئی اور جس طرح حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانے میں صوبوں کے گورنروں سے مالی تعاون کی اپیل کی اور خوشحال علاقوں کے گورنروں کو خطوط لکھے آپ نے مصر کے گورنر عمر وبن العاصؓ کو لکھا: "اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المومنین کی طرف سے ابن العاص کے نام سلام علیکم، امابعد! کیا تو مجھے اور جو میرے پاس لوگ ہیں سب کو ہلاک ہوتا ہوا دیکھتا رہے گا اور تو اور جو تیرے پاس ہیں سب کو لے کر عیش کی زندگی گزارے گا مدد و تعاون کی ضرورت ہے، مدد و تعاون بھیجنے میں جلدی کرو"۔[9] چنانچہ عمرو بن العاصؓ نے خشکی کے راستے آٹے سے لدا ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ اور سمندری راستے سے تیل اور آٹے سے لدی ہوئی بیس کشتیاں روانہ کیں اس طرح سامان تعاون میں پانچ ہزار چادریں اور کپڑے بھی ارسال کیے۔[10] اسی طرح حضرت عمرؓ نے شام، عراق اور فارس کے گونروں کے نام بھی خطوط لکھے اور سب نے امدادی سامان بھیجا۔[11]

زکوۃ

کوۃ معاشی بحران سے نمٹنے کے لیے اسلام کا سب سے بہترین اور جامع نظام ہے یہ وہ مالی عبادت ہے جو ہر صاحب نصاب مسلمان اپنے مال میں سے شریعت کی مقرر کی ہوئی مقدار ان لوگوں کے لیے نکالے جو شریعت کی نظر میں زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں یہ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے اس کی فرضیت متعدد آیات قرآنی، متواتر احادیث نبوی ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں "زکوٰۃ" کا ذکر تیس مرتبہ آیا ہے جس میں سے ستائیس مرتبہ نماز کے حکم کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے بیشتر مقامات پر نماز کے ساتھ زکوۃ کا حکم ملنے سے واضح حقیقت سامنے آتی ہے نماز اور زکوۃ ایک ہی نظام کے دو اجزاء ہیں اور انہیں علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ سید سلیمان ندوی کیا خوب لکھتے ہیں: محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام دو لفظوں سے مرکب ہے خدا کا حق اور بھائیوں کا حق، پہلے لفظ کا مظہر اعظم "نماز" اور دوسرے کا "زکوۃ" ہے۔[12] اسی چیز کو قرآن اسلامی حکومت کی پہلی اور اولین ذمہ داری قرار دیتا ہے: **اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ**[13] یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کا انتظام کروائے اور اس کی وصولی کے لیے الگ فعال محکمے کی تشکیل دے جس سے لوگوں کو اطمینان ہو کہ ان کے زکوۃ کا مال اصل مستحقین تک پہنچ رہا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

انفاق بھی اسلامی معیشت کے اہم اصولوں میں سے ایک ہے یہ زکوۃ سے ملتا جلتا ایک اور حکم ہے کہ اپنے ذاتی مال میں سے خرچ کرنا زکوۃ کی ادائیگی صحیح طور سے کر دینے کے بعد صاحب مال کو اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ اپنے مال کو وہ جائز طریقے سے جیسے چاہے استعمال کرے اگر وہ محسوس کرے کہ سماج کے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا معاشی مسئلہ زکوۃ سے حل نہیں ہو پا رہا تو اللہ نے

انہیں ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے ذاتی استعمال کے مال سے بھی خرچ کریں۔ **لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ**[14] تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔ انفاق کی تاکید قرآن مجید میں متعدد بار کی گئی ہے بلکہ سورہ بقرہ میں تو اس کو مومنوں (متقین) ایک پہچان قرار دیا گیا ہے۔" **وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ**"[15] اور وہ ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔ انفاق کے ضمن میں معاشی بحران کی صورت میں قرآن ایک اور جامع اصول فراہم کرتا ہے کہ مال "عفو" یعنی ضرورت سے زائد جو مال ہو اسے اللہ کی رضا کے لیے تقسیم کر دوں جس طرح مکی دور مسلمان مالی لحاظ سے کمزور تھے ان کو اللہ کی طرف سے حکم ملا تھا۔ **وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ**[16] آپ سے پوچھتے ہیں: ہم راہ خدا میں کیا خرچ کریں؟ کہو: جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو۔

گردش دولت کی ترغیب اور اکتناز کی ممانعت

معاشی بحران سے بچنے کے لیے اسلام کا ایک اور اصول گردش دولت ہے اسلام کی گردش دولت کا حامی ہے نہ کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے اور غریب بھوک اور افلاس میں زندگی اور موت کی کشمکش میں سانس گن رہا ہو اسلام تو دولت کے اکتناز اور ارتکاز سے منع کرتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: **كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ**[17] وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ اسلام اکتناز سے منع کرتا ہے اکتناز کا مادہ ک ن ز یعنی کنز ہے یعنی وہ مال ہے جس کو محفوظ کر کے رکھ لیا گیا ہو یا اس مال کو زمین میں دبا کر دفن کر کے رکھ لیا گیا ہو ارشاد باری تعالی ہے :: **وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ**[18] دردناک سزا کی خوش خبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ مسلمان مفسرین اور مفکرین نے گردش دولت کی اہمیت اور ارتکاز دولت کے خطرات سے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: تقسیم دولت کا سب سے بڑا مقصد جس کو اسلام نے بہت اہمیت دی ہے وہ یہ ہے کہ دولت کا ذخیرہ چند ہاتھوں میں سمٹنے کی بجائے معاشرے میں زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے پر گردش کرے اس طرح امیر اور غریب کا تفاوت جس حد تک فطری اور قابل عمل ہو کم کیا جائے۔[19]

امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر "تدبر قرآن" میں اسلامی اقتصادی اصولوں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہاسلامی اقتصادیات کا یہ اصول واضح ہوا کہ اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ دولت کسی خاص طبقہ کے اندر مرتکز ہو کر رہ جائے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کا بہاؤ ان طبقات کی طرف ہو جو خلقی کمزوریوں یا فقدان وسائل کے سبب سے اس کے حصول کے جدوجہد میں پورا حصہ نہیں لے سکتے۔[20] مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی راقمطراز ہیں: اسلامی قانون میں گردش دولت کا جو طریقہ ہے وہ ایسا معتدل اور مدبرانہ ہے کہ اگر صحیح طور پر اس کو اختیار کیا جائے اور سوسائٹی میں اس کا رواج معام کیا جائے تو نہ اس سے سرمایہ درانہ دولت کے پیدا ہونے کا امکان باقی رہتا ہے کہ جس سے بڑی بڑی زمین داریاں بنتی ہیں اور نہ افراد کے درمیان افلاس وفاقہ مستی کو فروغ ہو سکتا ہے۔[21] اسلام عام حالات اور بطور خاص معاشی بحران کی صورت میں دولت کی گردش کا حامی ہے اس چیز کا ہر گز متحمل نہیں کہ امراء دولت پر سانپ بن کر بیٹھے رہے اور غرباء تک ایک کوڑی نہ آنے دیں اسلام تو امراء کے مال میں غرباء کا حق قرار دیتا ہے ارشاد باری تعالی ہے: **وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ**[22] اور اُن کے مالوں میں سائل اور محروم کے لیے حق ہے۔ حضور ﷺ نے زمانہ قحط میں ہر شعبہ زندگی سے متعلق احکام فراہم کئے۔ حضور ﷺ نے ان حالات میں ذخیرہ اندوزی

کرنے والے افراد کے لئے سختی سے ممانعت فرمائی اور ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید بھی فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگوں کو حاجت ہو اور کوئی شخص ذخیرہ اندوزی کے تو وہ ملعون ہے اور اسکا رزق حرام ہے۔[23] آگے چل کر خلافتِ راشدہ میں ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کے لئے مختلف سزائیں بھی اس اصول کے تحت بنائی گئیں۔

کفایت شعاری

اسلام کا اگلا عظیم اصول سادگی اور کفایت شعاری ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کو سادگی اپنانی چاہیے لیکن بیشتر اسلامی ممالک کی حکومتیں اس کے برعکس روش پر چل رہیں ہیں جس کی عکاسی کرتے ہوئے ڈاکٹر نور محمد غفاری رقمطراز ہیں۔ ہماری حکومتوں کے ہزراروں روپے کے اخراجات لاکھوں روپوں میں محض تکلفات کے شوق میں بدل جاتے ہیں قرآن مجید نے سادگی کو چھوڑ کر تکلفات اور عیش و عشرت میں پڑنے والے کو معاشی ہلاکت اور بربادی کی اطلاع دی ہے یہ ایک ایسی حرکت ہے جو معاش اور تمدن کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتی ہے[2524] **وَ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍۭ بَطِرَتۡ مَعِيۡشَتَهَا‌ ۚ فَتِلۡكَ مَسٰكِنُهُمۡ لَمۡ تُسۡكَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَ كُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِيۡنَ** 26اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہم تباہ کر چکے ہیں جن کے لوگ اپنی معیشت پر اترا گئے تھے سو دیکھ لو، وہ ان کے مسکن پڑے ہوئے ہیں جن میں ان کے بعد کم ہی کوئی بسا ہے، آخر کار ہم ہی وارث ہو کر رہے

قرضِ حسنہ

کسی شخص کو بلاسود اس طرح قرض دینا ہے کہ وہ اپنی ضروریات پورا کرنے کے بعد سرمائے کو واپس کر دے ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں

> "Lending with no obligation for the borrower more than returning the principal"[27]

کسی کو اس طرح ادھار دینا کہ اس سے اصل رقم کے علاوہ کسی اضافے کا مطالبہ نہ کیا جائے قرض حسنہ کو اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے ارشاد باری تعالی ہے: **مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ**28 کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض، تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے، اور اُس کے لیے بہترین اجر ہے ضرورت مند کو بغیر سود کے قرض دینا اللہ نے اس میں کئی گناہ اضافے کا وعدہ فرمایا ہے.

مواخات مدینہ ایک مشعلِ راہ

جب حضور ﷺ ہجرت کر کہ یثرب آئے تو مہاجرین کی بہت بڑی تعداد تھی کو آپ ﷺ کے ساتھ آئی تھی۔ وہ سب کے سب اپنا سب کچھ چھوڑ کے آئے تھے۔ آپ ﷺ نے سربراہِ ریاست کی حیثیت سے سب سے پہلے ان تمام مہاجرین کی ضروریات، زندگی کی فراہمی کو یقینی بنایا۔ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان "مواخاتِ مدینہ" کا تعلق قائم کیا ہر مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنادیا ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی کے مال میں میں، کاروبار میں گھر میں برابر کا شریک ہو گیا۔ جس کے ذریعے سے ہر مہاجر کو رہنے کے لیے جگہ فراہم ہوئی اور ان کے روزگار کا انتظام کیا گیا اس واقعہ میں آقا ﷺ نے ہمیشہ کے لیے مشکل حالات میں حکومت اور رعایا کے طرز عمل سے متعلق راہنما اصول فراہم کر دیئے جب بھی کسی قوم پہ کسی بھی وجہ سے مشکل وقت آتا ہے تو اس وقت میں سب کچھ صرف حکومت یا صرف عوام نہیں کر سکتی بلکہ ریاست کے ساتھ ساتھ عوام کا ہر فرد جب تک ریاست کے ساتھ نہیں چلتا تب تک مشکلات سے نہیں نکلا جا سکتا مشکل وقت میں ہر ہر فرد کو عوام

کی بہبود کے لیے قربانیاں دیناپڑتی ہیں حضور ﷺ نے بطور سربراہ جو حکم دیا تمام لوگوں نے من وعن اس پہ عمل کیا۔اس طرز عمل کی نتیجے میں سخت ترین مالی و قومی مسائل آسان ہو گئے۔ روٹی کپڑا اور مکان کی بنیادی ضروریات سب کی پوری ہو گئیں۔[29]مواخاتِ مدینہ میں صحابہ کرام نے اخوت و مساوات کا جو عملی نمونہ پیش کیاوہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے ایک مشعلِ راہ ہے۔

زمانہ قحط میں احکامات میں آسانی

حضور ﷺ نے اپنی سیرتِ طیبہ کے ذریعے تمام ادوار کے انسانوں کے معاملات کے حل کے لئے راہنما اصول فراہم کئے ہیں۔ جب حضور ﷺ کے دور میں قحط آیا تو آپ ﷺ نے اس کے حل کے طریقے بھی واضح فرمائے۔ ان حالات میں بھی آپ ﷺ نے انسانی جان کی حفاظت اور اس کے بنیادی ضروریات کی تکمیل کو سب سے زیادہ مقدم رکھا۔جیسا کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے:**دَّثَنَا قَبِيصَةُ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، قَالَتْ:مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاعَ النَّاسُ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيرَ ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ وَمَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثًا**30 نبی کریم ﷺ نے ایسا کبھی نہیں کیا کہ تین دن سے زیادہ گوشت قربانی والا رکھنے سے منع فرمایاہو صرف اس سال یہ حکم دیا تھاجس سال قحط کی وجہ سے لوگ فاقے میں مبتلا تھے۔ مقصد یہ تھا کہ جولوگ غنی ہیں وہ گوشت محتاجوں کو کھلائیں (اور جمع کرکے نہ رکھیں) اور ہم تو بکری کے پائے محفوظ کر کے رکھ لیتے تھے اورپندرہ دن بعد تک (کھاتے تھے) اورآل محمد ﷺ نے کبھی سالن کے ساتھ گیہوں کی روٹی تین دن تک برابر سیر ہو کر نہیں کھائی۔ اسی مفہوم کی بہت ساری احادیث تقریبا حدیث کی ہر کتاب میں ملتی ہیں حضور ﷺ نے قحط کے سبب احکام میں وسعت فرمادی تا کہ لوگوں کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ یہاں بھی جو اصول پیشِ نظر ہے وہ یہ ہے کہ قوم کے تمام افراد اپنی اپنی استطاعت کے مطابق عوام کی فلاح اور بہبود میں حصہ ڈالیں۔ اسکے بغیر کسی بھی قسم کے مشکل حالات سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ حضور ﷺ سے نے یہاں تک تلقین فرمائی اور لوگوں کو ایک دوسرے کے کھانے میں شریک کیا کہ قحط کے زمانے میں دو کھجوریں بھی اکھٹی کھانے سے منع فرمایا تا کہ زیادہ سے زیادہ کھانا ضرورت مند افراد تک پہنچ سکے:**حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ جَبَلَةَ ، قَالَ : كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا ، فَيَقُولُ : لَا تَقْرُنُوا ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ**31 ہمارا قیام مدینہ میں تھا اور ہم پر قحط کا دور دورہ ہوا عبداللہ بن زبیرؓ ہمیں کھجور کھانے کے لیے دیتے تھے اور عبداللہ بن عمرؓ گزرتے ہوئے یہ کہ کر جایا کرتے تھے کہ دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کرنہ کھانا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت کے بغیر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

قحط میں شرعی احکام میں رعایت

حضور ﷺ نے ایک مستقل لائحہ عمل یوں بھی دیا کہ قحط کے زمانہ میں آقا علیہ السلام نے شرعی احکام میں تخفیف کر دی۔ کسی بھی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ باغ کے مالک کی اجازت کے بغیر وہاں سے کھجور کھائے۔ لیکن زمانہ قحط میں جب ایک شخص نے کھالیا تو حضور ﷺ نے باغ کے مالک کو تنبیہ کی:**دَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، قَالَ: أَصَابَتْنِي سَنَةٌ فَدَخَلْتُ حَائِطًا مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ،**

فَفَرَكْتُ سُنْبُلًا فَأَكَلْتُ، وَحَمَلْتُ فِي ثَوْبِي، فَجَاءَ صَاحِبُهُ فَضَرَبَنِي وَأَخَذَ ثَوْبِي فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: مَا عَلَّمْتَ إِذْ كَانَ جَاهِلًا، وَلَا أَطْعَمْتَ إِذْ كَانَ جَائِعًا، أَوْ قَالَ: سَاغِبًا وَأَمَرَهُ فَرَدَّ عَلَيَّ ثَوْبِي وَأَعْطَانِي وَسْقًا أَوْ نِصْفَ وَسْقٍ مِنْ طَعَامٍ[32] مجھے قحط نے ستایا تو میں مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں گیا اور کچھ بالیاں توڑیں، انہیں ملکر کھایا، اور (باقی) اپنے کپڑے میں باندھ لیا، اتنے میں اسکا مالک آگیا، اسنے مجھے مارا اور میرا کپڑا چھین لیا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا (اور آپ سے سارا ماجرا بتایا)، آپ ﷺ نے مالک سے فرمایا: تم نے اسے بتایا نہیں جب کہ وہ جاہل تھا اور نہ کھلایا ہی جب کہ وہ بھوکا تھا، اور آپ ﷺ نے اسے حکم دیا اس نے میرا کپڑا واپس کر دیا اور ایک وسق (ساٹھ صاع) یا نصف وسق (تیس صاع) غلہ مجھے دیا۔ یہی وہ روح تھی جو خلافتِ راشدہ میں ہمیں نظر آتی ہے۔ جب زمانہ قحط میں فاروقِ اعظمؓ نے چوری پر قطع ید کی سزا معطل کر دی تھی اور لوگوں کی ضروریاتِ زندگی کو اولین ترجیح دی۔

خلافتِ راشدہ میں دیے گئے راہنما اصول

حضور ﷺ کی ذات نبی ہونے کی حیثیت سے اللہ رب العزت کی رحمت اور برکت کا سرچشمہ تھی۔ لوگ اپنے مسائل آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں لاتے تو حضور علیہ السلام دعا فرماتے اور لوگوں کے مسلے حل ہو جاتے۔ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ہمیں ایسے بہت سے مواقع ملتے ہیں جب صحاب کرام بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کی وجہ سے آقا علیہ السلام کے پاس آئے اور حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور اسی وقت بارش ہو گئی۔ یہ حضور ﷺ کی ذات کا نبوی پہلو تھا جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو عملی طور پر بھی ایڈمینسٹریشن کر کے دکھائی۔ جس سے صحابہ کرام یہ سیکھتے کہ دنیاوی مسائل کو کیسے حل کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے منتظم اعلی کی حیثیت سے جو کردار ادا کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا عملی نمونہ ہمیں خلفائے راشدین کے دور میں مکمل طور پہ ملتا ہے۔ جو حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور انھوں نے بھی پوری امت کی قیامت تک راہنمائی فرمائی۔

ابو بکر صدیقؓ کا دور

صدیقِ اکبر نے اپنے دور میں جب قوم سخت ترین مشکلات سے گزر رہی تھی زکوۃ کے نفاذ کو یقینی بنایا۔ تاکہ مالی معاملات کو احسن طریقے سے پورا کیا جاسکے اور قوم کے مفلس طبقے کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ یہاں پر یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب آپ کی خلافت کا دور شروع ہوا تو بطوت سربراہ بہت سارے معاملات میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن امور سلطنت کے تمام معامات میں آپ نے بھی کمزور اور نادر طبقے کی ضروریات کو مقدم رکھا۔[33]

عمر بن خطابؓ کا دور

سیدنا عمر فاروقؓ کا دور صرف امت مسلمہ کی تاریخ ہی نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ میں بھی تاریخ ساز دور مانا جاتا ہے۔ آپ کا دور حضور ﷺ کے تعلیمات کے مکمل طور پر عملی نفاذ کا دور تھا۔ ویلفیئر سٹیٹ کا جو تصور آپ نے قائم کر کے دکھایا وہ قیامت تک کے انسانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ آپؓ نے 22 لاکھ مربع میل پر پھیلی وسیع ترین سلطنت کو جس طرح سے چلایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؓ نے سلطنت کو پیش آنے والے معاملات کے حل کے لئے سیدنا یوسفؑ کی طرح پہلے ہی تیاریاں مکمل کیں۔ اس دور

میں قحط یا بیماری کے پھیل جانے کے بعد اس پر قابو پانا اس لیے بہت مشکل ہوتا تھا کہ لوگوں کی تعداد کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے کسی قسم کے بھی برے وقت سے بچنے کے لیے جو اقدامات کیے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- ❖ آپ نے اپنے دور میں پہلی مرتبہ مردم شماری کروائی۔
- ❖ تمام طبقات کا مکمل ریکارڈ مرتب کیا۔
- ❖ نئے شہر آباد کی۔
- ❖ باقاعدہ طب خانے قائم کیے۔
- ❖ نئے صوبے آباد کئے اور انھیں آزادانہ حیثیت سے اپنے امور چلانے کے قابل بنایا۔
- ❖ اس دور میں قحط کی سب سے بڑی وجہ پانی کی کمی ہوتی تھی۔ آپ نے پہلی مرتبہ نہری نظام کا جال بچھایا جو مختلف شہروں میں پھیلا ہوا تھا۔

ان قدامات کی وجہ سے جب حضرت عمرؓ کے دور میں قحط آیا تو قوم کو سنبھالنے میں بہت مدد ملی۔ اس دور میں وہ شدید ترین قحط تھا اور 18 ہجری کو قحط کا سال کہا گیا۔ حضرت عمرؓ نے بطور سربراہِ مملکت لوگوں تک راشن کی فراہمی کو یقینی بنایا۔ کیونکہ قحط کا زور حجاز میں زیادہ تھا باقی علاقوں میں کم تھا۔ اس لئے آپ نے دوسرے صوبوں سے مدد لی۔ شام اور مصر کے گورنروں آپ کے لئے وسیع پیمانے پہ غلے بھیجے جس سے قحط زدہ لوگوں کی ضروریات کو پورا کیا گیا۔ قحط کے سارے عرصے کے دوران آپؓ نے گھی اور گوشت کبھی تناول نہیں فرمایا۔ آپؓ فرماتے تھے جب تک میری قوم بھوک سے نہیں نکلتی میں سیر ہو کہ نہیں کھا سکتا۔ پوری قوم کے صاحب استطاعت لوگوں نے بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ضرورت مند افراد کی مدد کی۔ یوں ساری قوم نے مل کر مشکل وقت کا سامنا کیا اور اس میں اپنا کردار ادا کیا۔[34] یہ وہ اصول ہیں جن کو اپنا کر ہر قوم کسی بھی مشکل وقت سے نکل سکتی ہے۔ ہر طرح کے مشکل حالات میں سب سے زیادہ ذمہ داری حکومت پر اور پالیسیز بنانےنے والوں پر عائد ہوتی ہے۔ اس وقت میں حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ خود نمونہ بنیں۔ ہر چرح کے غیر ضروی اخراجات کا سدِباب کریں۔ مصیبت زدہ لوگوں میں وہیں اور اسکے حساب سے اقدامات کریں۔ جب بھی کسی جگہ پہ بیماری پھیلتی ہے تو اس کا زور مخصوص علاقوں میں ہوتا ہے دوسرے علاقے جن علاقوں میں بیماری کا زور نہیں ہے انکا فرض بنتا ہے کہ مصیبت زدہ لوگوں سے ہر ممکن تعاون کریں۔ اجتماعی توبہ اور امنے اعمال کا محاسبہ اللہ کی مدد حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

References

[1] Muslim ibn Ḥajjāj al-Qusheirī, Al-Saḥīḥ (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, 1375 AH), 6556.
[2] Yūsuf, 12:47-49
[3] Hāfiz Imāmūd-Dīn Ibn Kathīr, *Tafsīr Ibn Kathīr*, (Lahore: Maktaba Islāmiyya), 2:771
[4] Al-Baqara, 5:2
[5] Dr. Muhammad Tāhirul Qādrī, *Iqtasādiyat Islam*, (Lahore: Minhajul Quran Publications), p. 476
[6] Abū Abdullah al-Qurtubī, *Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qurān*, (Beirūt: Muassisah al-Risālah, 1437 AH), 5:45

[7] Muftī Muhammad Shafī, *Ma'ārif al-Qurān,* (Karachi: Maktaba Ma'arif, al-Qurān, 1994), 3:45
[8] al-Qurtubī, *Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qurān,* 5:45
[9] 'Alī Tantāvī, *Akhbār e 'Umar,* (Beirūt: Maktaba Islamī, 1983), p. 212
[10] Ibid
[11] Ibid
[12] Sayed Sulyman Nadwī, *Sirat al-Nabī,* (Lahore: Maktaba Islāmī), 7:205
[13] Fussilāt, 41:22
[14] Aāl Imrān, 3:92
[15] Al-Baqara 2:03
[16] Al-Baqara 2:219
[17] Al-Hashar 59:7
[18] Al-Tawba, 9:34
[19] Muftī Muhammad Shafī, *Islam ka Nizām e Taqsīm Dwlat,* (Karachi: Dār al-Alūm,), p. 71
[20] Amīn Ahsan Islāhī, *Tadabur al-Qurān,* (Lahore: Foreign Foundation, 1983), 8:292
[21] Hifz al-Rahmān Siyuhārī, *Islam ka Iqtasādī Nizām,* (Lahore: Maktaba Rahmāniyya), p. 314
[22] Al-Dhariyāt 51:19
[23] Muslim ibn Ḥajjāj al-Qusheirī, Al-Saḥīḥ (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, 1375 AH), 4123.
Abu Abdullah Muhammad bin Zayd Ibn Maja, Sunan Ibn Maja,2155
[24] Dr. Nūr Muhammad Ghafārī, Nabī Karīm ki Muashī Zindge, (Lahore: Diyal Singh Libarayrī, 1999), p. 235

[26] Al-Qasas, 28:58
[27] Siddiqi,M. Nejatullah, *Riba, Bank Interest and the Rational of its Prohibition,* (Jeddah: Islamic Research and Training Institute, 2004), p:48
[28] Al-Hadīd, 57:11
[29] 'Abdul Malik Ibn Hishām, *Sirat Ibn Hishām,* (Lahore: Idāra Islāmiyat,), 1:310-314
[30] Muhammad bin Ismā'īl al-Bukhārī, *Al-Saḥīḥ,* (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, 1375 AH), 5438
[31] Ibid
[32]Abū Dāwūd, Sulymān ibn al-Ash'ath al-Sijistānī, *Sunan Abī Dāwūd,* (Multan: Dār al-Ḥadīth), 2295.
[33] Muhammad bin Ibn Sad, *Tabaqāt Ibn Sad,* (Lahore: Nafees Academy), 3:25-28
[34] Ibid, 85-90